ہماری زندگی کا مقصد

پچھلے ہفتے کی گفتگو سے ہمارے سامنے یہ بات آئی تھی کہ انسان کے ذرائع، قوتوں اور وقت کا صحیح استعمال صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب منزل واضح طور پر متعین ہو۔ صرف اس صورت میں انسان ٹھیک طور پر فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس کا ہر قدم منزل کی طرف بڑھ رہا ہے یا غلط سمت کی طرف۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اپنی زندگی کا مقصد معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہمارا ہر قدم صحیح منزل کی طرف اُٹھتا رہے اور ہم اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں، ورنہ اگر زندگی بیت گئی مگر زندگی کے مقصد کی طرف پیش رفت نہ ہوسکی تو آخر میں بہت بڑی حسرت و یاس سے دوچار ہوں گے۔ ہم نے یہ بات بھی کی تھی کہ جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں یہاں لوگوں نے اپنی زندگی کے کئی مقاصد بنا رکھے ہیں۔ مگر ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ بحیثیت مسلمان ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟

جب میں مذہبی لوگوں سے یہ سوال کرتا ہوں تو وہ عام طور پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے، اور اس کے لئے وہ قرآن کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے مقصدِ تخلیق بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ”میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں“۔ لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا مقصدِ تخلیق بیان کیا ہے۔ ہمیں تو اس مقصدِ تخلیق کے مطابق اپنا مقصدِ زندگی متعیّن کرنا ہوگا۔ لیکن اس کے تعین سے پہلے آیئے ذرا ہم اس آیت کو اور خاص طور پر اس کے خاص لفظ ”عبادت“ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

عام طور پر لوگ عبادت کو پوجا پاٹ کے معنی میں لیتے ہیں۔ مثلاً ہندو بتوں کی زیارت کرتے، ان پر چڑھاوا چڑھاتے اور انکا طواف کرتے ہیں۔ اور ان کے سامنے بھجن گاتے اور دعائیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ ان چیزوں کو پوجا کہا جاتا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی نعتیں پڑھتے اور اُن سے دعائیں اور برکتیں مانگتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ حضرت عیسیٰؑ کو پوجتے ہیں۔ چنانچہ جو مسلمان عبادت کو اِس معنی میں لیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں اللہ کی عبادت یہ ہے کہ اس کی حمد کی جائے اس کی نمازیں پڑھی جائیں اس کے گھر کی زیارت اور طواف کیا جائے اور ادب واحترام سے اس کی کتاب کی تلاوت کی جائے۔ یوں تو یہ سب چیزیں عبادت میں شامل ہیں۔ مگر عبادت سے مراد صرف یہی چیزیں ہرگز نہیں ہیں۔

عبادت عبد سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے غلام۔ غلام اس کو کہا جاتا ہے۔ جو اپنے مالک کی مکمل اطاعت اور فرمابرداری کرے۔ مالک کا حکم اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اسے اچھا لگے یا بُرا، آسان ہو یا مشکل، فائدہ مند معلوم ہوتا ہو یا نقصان دہ۔ جو بھی حکم ہو جیسا بھی حکم ہو غلام کا کام اُس پر فوراً عملدرآمد کرنا ہے۔ اگر غلام اچھی طرح کماحقہ اطاعت کرتا ہے تو مالک خوش ہوتا اور انعام دیتا ہے۔ اگر غلام چوں چراں کرتا ہے یا کام اچھی طرح نہیں کرتا تو مالک ناراض ہوجاتا ہے۔ اور سزا دیتا ہے۔

غلامی کا ایک پہلو اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ غلامی ہمہ وقت ہے جز وقتی نہیں ہے وہ نوکر کی طرح ۵ سے ۸ تک اپنا وقت محدود نہیں کرسکتا، نہ وہ کام کی نوعیت متعین کرسکتا ہے کہ فلاں کام کے لئے نوکر ہوں فلاں کے لئے نہیں ہوں اور نہ استعفیٰ دے کر کوئی اور نوکری ڈھونڈھ سکتا ہے۔ وہ زندگی بھر کا غلام ہوتا ہے۔ اور ہر وقت غلام ہوتا ہے اور ہر معاملے میں غلام ہوتا ہے۔

لہٰذا عبادت کا مطلب پوجا پاٹ نہیں، بلکہ زندگی بھر ہر معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پوری پوری غلامی، فرمانبرداری اور اطاعت کرنا ہے۔ یہ ہے وہ مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ جب انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی غلامی کرتا ہے تو وہ مقصد پورا کرتا ہے جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا۔

لہٰذا جب یہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی غلامی کیلئے پیدا کیا ہے تو ہماری زندگی کا مقصد یہ ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی عمدہ غلامی کریں کہ وہ ہم سے خوش ہوجائے اور خوش ہوکر اپنے انعامات سے نوازے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ کمپنیاں لوگوں کو ملازم رکھتی ہیں تاکہ وہ کمپنیوں کا کام کریں یعنی کمپنیوں کا ملازم رکھنے کا مقصد اپنے کام کروانا ہوتا ہے، مگر لوگ ملازمت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کو آمدنی حاصل ہو، اور وہ زیادہ سے زیادہ اچھا کام کرنے کی کوشش اس لئے کرتے ہیں تاکہ ان کو بونس ملے، ترقی ملے، مزید آمدنی بڑھے وغیرہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے پیدا کیا کہ ہم اس کے غلام بنیں، لیکن ہماری زندگی کا مقصد یہ ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ایسی عمدہ غلامی کریں کہ وہ ہم سے خوش ہوجائے۔ یعنی ہماری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

لیکن اس مقام پر مناسب ہوگا کہ انسانی غلامی اور اللہ کی غلامی کا فرق بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ جہاں تک اللہ کی غلامی کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اسی غلامی کے لئے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا یہ غلامی ہم پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ مخلوق ہونے کی حیثیت سے خالق کا مقصدِ تخلیق پورا کرنا ہمارا پیدائشی فرض ہے۔ اور مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم اللہ تعالیٰ کے پیدائشی غلام ہیں۔ اس کے برعکس کسی انسان کا کسی انسان کو غلام بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو بھی کسی دوسرے انسان کو غلام بناتا ہے وہ بالکل ناحق کام کرتا ہے۔ اور جس شخص کو غلام بنالیا گیا ہو اُس کا حق اور فرض ہے کہ وہ تگ ودو کرکے اپنی آزادی حاصل کرلے۔

انسان کسی دوسرے انسان کو صرف زبردستی اور ظلم سے غلام بناتا ہے کوئی شخص کسی دوسرے انسان کی غلامی رضا و رغبت سے قبول نہیں کرتا بلکہ مجبوری کے تحت غلامی کے فرائض ادا کرتا ہے اور غلام کی حیثیت کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر ایک مسلمان اللہ کی غلامی خوشی خوشی بسر وچشم اور برضا و رغبت کرتا ہے اور اسی کو اپنا فخر و امتیاز سمجھتا ہے۔ اور اصل عزت و وقار درحقیقت خوشی خوشی اور جوش وخروش سے اللہ تعالیٰ کا غلام بن جانے والوں کے لئے ہی ہے۔

چنانچہ یہ واضح ہوگیا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا مقصدِ زندگی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سچے دل سے اپنا واحد و یکتا رب، آقا، مالک اور حکمران مانتے ہوئے ہم خوشی خوشی اور جوش وخروش سے زندگی بھر ہر معاملے میں اللہ عزّ وجلّ کی ایسی کامل ومکمل غلامی، فرمانبرداری اور اطاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوجائیں۔ ایسی غلامی کا طریقہ ہمیں سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کے ذریعے ہمیں دین اسلام عطا کیا کہ نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جب دین کے مطابق زندگی گزارو گے اور مقاصدِ دین حاصل کروگے تو تب غلامی کا وہ حق ادا ہوگا جو مجھے خوش کرتا ہے۔ لہٰذا دین اسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگی کے کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے معاملے کا فیصلہ کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ کس بات سے اللہ تعالیٰ زیادہ خوش ہوگا، اس کے بعد وہ کسی اور پہلو کی طرف توجہ دیں۔ جب دو معاملوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ایک جتنی ہو تو پھر ہم کسی اور قسم کی اونچ نیچ، نفع وضرر وغیرہ کے معیار پر پرکھیں۔

مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام میں جائز خواہشات کی تسکین منع ہے۔ خواہشات کی جائز تسکین ایک فطری بات ہے اور اسلام دینِ فطرت ہونے کی حیثیت سے ہماری فطری ضروریات کا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ لہٰذا رزقِ حلال کیلئے جدوجہد اور معاشی و معاشرتی و خانگی زندگی کی تمام ذمہ داریاں نبھانا زندگی گزارنے میں شامل ہے اور دین اسلام کے پیروکار احکام الٰہی کے تحت اس کی رضا کیلئے ان ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں۔ مگر اللہ عزّ وجل کی رضا کی خاطر دینِ اسلام کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے وسائل حاصل کرنے اور ضروریات پوری کرنے میں اور دنیا کو مقصدِ زندگی سمجھ کر زیادہ سے زیادہ خواہشات کی جلد سے جلد تسکین کرنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

جب مقصدِ زندگی رضائے الٰہی کا حصول ہو تو یہ مقصد ایک مسلمان کی ساری تگ ودو کا محور بن جاتا ہے۔ پھر مسلمان اسی کیلئے جیتا اور اسی کیلئے مرتا ہے۔ باقی تمام معاملات بھی اسی مقصد کے تابع ہوجاتے ہیں۔ خواہ وہ روزی کمانا ہو یا خاندان اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال، خواہ وہ ذاتی خواہشات کی تسکین ہو یا اپنے پیاروں کی حاجات کی تکمیل۔ سب معاملات رضائے الٰہی کے حصول کے تابع ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی چیز رضائے الٰہی کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے تو مسلمان اس چیز کو یا اس خواہش کو یا اس معاملے کو خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کردیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں خلل آنا برداشت نہیں کرتا۔

اس کے برعکس اگر زندگی کا مقصد اپنی خواہش، راحت، طاقت، دولت وغیرہ یا اپنے ذاتی یا گھریلو مفادات بن جائیں تو رضائے الٰہی کا حصول ضمنی چیز بن جاتا ہے۔ لہٰذا اگر انسان کی خواہشات کی راہ میں اللہ کا حکم یا دین کی تعلیمات رکاوٹ بنتی نظر آئیں تو وہ شخص حکمِ الٰہی سے کنارہ کرلیتا ہے یا اس سے بچنے کے بہانے ڈھونڈنے اور مجبوریاں جتانے لگ جاتا ہے تاکہ اس کی خواہشات پوری ہوتی رہیں اور اس کے مفادات کو آنچ نہ آنے پائے۔

لہٰذا اللہ کی رضا کے حصول کو اپنی زندگی کا محور بنالینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دنیا سے کنارہ کرلیں بلکہ صرف یہ مطلوب ہے کہ دنیا کو دین کے تابع کرلیں۔ دنیا کو دین کے تابع کرنے سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مخلص مسلمان جو رضائے الٰہی کیلئے ہی جی رہا ہو وہ عزت، شہرت و امارت میں بندۂ دنیا سے زیادہ کامیاب ہوجائے۔ ہمارے سامنے پوری تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔